فکر و نظر............ اسلام آباد   جلد: ۴۸   شمارہ: ۴

اختلاف مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار اور وحدت عیدین و رمضان کا مسئلہ

محمد مشتاق احمد☆

Abstract

In this age of globalization and information revolution, many people generally express dismay over celebrating Ramadan and Eid on different days in different parts of the world. They point out that the Muslim jurists *(fuqaha')* have generally preferred the opinion that *ikhtilaf al-matali'* does not have any legal effect. The present paper analyzes this issue from the perspective of Muslim jurisprudence and concludes that apart from *ikhtilaf al-matali',* the most serious legal obstacle is the absence of a central government, or caliphate, in the Muslim world.

The paper argues that under the Islamic principles the authority to decide the beginning or the end of an Islamic month rests with the government and that the decision of a government is binding and enforced only upon the territory under its legal authority. Hence, ideally the solution is to have a central government for the Muslim world.

In the absence of that, unity in Ramdan and Eid cannot be achieved unless all the Muslim states conclude a treaty whereby they declare that the decision of one government about moonsighting would be binding on all other states. However, this decision will become binding on Muslims living as minorities in non-Muslim states only when the seasoned religious scholars *('ulama')* of those areas accept this decision as to be binding because under the Islamic principles the *'ulama'* assume the status of Muslim ruler for the purpose of decision about moonsighting in such areas. Hence, unless such a concerted global effort is made, the dream of enforcing a uniform lunar calendar throughout the world cannot come true.

☆ اسسٹنٹ پروفیسر قانون، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

زیرِ نظر مقالے سے قبل رؤیت ہلال کے متعلق مسائل پر راقم کے دو مقالات مجلّہ ''فکر ونظر'' میں شائع ہوئے۔ چونکہ اس مقالے کے مباحث کے فہم کے لیے پچھلے مقالات کے نتائج بنیادی مقدمات کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان کا خلاصہ یہاں پیش کیا جائے۔

''رؤیت ہلال کے فیصلے کے لیے حکم حاکم کی ضرورت''(۱) کے عنوان سے شائع ہونے والے مقالے کے نتائج کا خلاصہ یہ تھا:

''۱۔ فقہاء قانونی لحاظ سے رمضان کی رؤیت کو ''روایت'' اور شوال، ذو الحجہ اور دیگر مہینوں کی رؤیت کی خبر کو ''شہادت'' قرار دیتے ہیں۔ تاہم رمضان کی رؤیت کی خبر اس پہلو سے شہادت بھی ہے کہ اس پر عمل حکم حاکم کے بعد ہی واجب ہوتا ہے۔ شہادت کا حاکم کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے اور حکم حاکم کے بعد ہی اس خبر کو لازمی حجت کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔

۲۔ شرعی و قانونی لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ رمضان و عیدین اور دیگر اسلامی مہینوں کا فیصلہ حکم حاکم کے ذریعے ہو۔ تاہم دور مغلوبیت میں جب مسلمانوں کا سیاسی نظام درہم برہم ہوا تو مرکزیت کو کسی نہ کسی صورت میں برقرار رکھنے کے لیے علماء و فقہاء نے متبادل صورت یہ تجویز کی کہ رؤیت کی خبر علاقہ کے لوگ اپنے معتمد عالم تک پہنچائیں اور پھر اس کے فیصلہ کے مطابق رمضان و عیدین کا اہتمام کریں۔

۳۔ قیام پاکستان کے بعد جب اس سرزمین پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی تو ''اصل'' کے آجانے کے بعد ''بدل'' پر عمل ناجائز ہوا۔ پاکستانی حکمران خواہ شریعت کے اعلیٰ ترین معیار پر پورا نہ اترتے ہوں، خواہ ان کی حکومت اہل علم کی بیعت سے وجود میں نہ آئی ہو اور اس لیے ان کی حیثیت متغلب حکمرانوں کی ہو، اور خواہ انھیں شرعی احکام سے پوری واقفیت حاصل نہ ہو، لیکن ان کے وہ فیصلے جو شریعت سے متصادم نہ ہوں نافذ العمل اور واجب الاتباع ہیں، بالخصوص جبکہ وہ اہل علم کے فتویٰ کی روشنی میں فیصلہ دیں۔

۴۔ پاکستانی قانون کی رو سے تشکیل دی گئی مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی اور صوبائی کمیٹیاں ہی اس وقت رمضان و عیدین اور دیگر اسلامی مہینوں کے فیصلوں کا قانونی و شرعی اختیار ولایة رکھتی ہیں۔ غیر سرکاری کمیٹیوں کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ سرکاری کمیٹیوں کے فیصلوں سے متصادم اپنے فیصلوں کو وہ عامة الناس پر نافذ کریں۔''(۲)

’’ رؤیت ہلال کے فیصلے میں فلکی حسابات کے اعتبار و عدم اعتبار کا مسئلہ‘‘ (۳) کے عنوان سے جو مقالہ شائع ہوا، اس کا خلاصہ ان الفاظ میں تحریر کیا گیا :

’’ ۱۔ اسلامی مہینوں کے اثبات کے لیے شرعاً دو بنیادی طریقے مقرر کیے گئے ہیں: ایک یہ کہ انتیس تاریخ کو چاند کی رؤیت ہوجائے اور دوسرا یہ کہ عدم رؤیت کی صورت میں مہینے کے تیس دن پورے ہوجائیں ۔

۲۔ ماہرین فلکیات اگر رؤیت کے گواہ کے طور پر آئیں تو ان کی گواہی قابل قبول ہے۔ تاہم اگر وہ گواہ کے طور پر آنے کے بجائے چاند کی پیدائش یا رؤیت کے متعلق اپنی تحقیقات کی روشنی میں کوئی رائے پیش کریں گے تو اس رائے کی حیثیت ’’رأی الخبیر‘‘ کی ہے اور اس پر وہی اصول لاگو ہوں گے جو رأی الخبیر پر لاگو ہوتے ہیں۔

۳۔ ماہرین فلکیات کی آراء اور تحقیقات پر اعتماد کفر یا گناہ کا کام نہیں ہے کیونکہ ان کا علم نجوم اور غیب دانی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۴۔ تاہم ماہرین فلکیات کی آراء کی بناء پر رؤیت و عدم رؤیت سے قطع نظر کرتے ہوئے محض حسابات و مشاہدات کی بنیاد پر اسلامی مہینوں کا شروع کرنا کسی طور جائز نہیں ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حسابات کے ذریعہ اسلامی مہینوں کے اثبات سے منصوص احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے جسے مصلحت، رفع حرج اور اس طرح کے دیگر اصولوں کی بنیاد پر بھی جائز نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ شرعی لحاظ سے ضروری ہے کہ مقررہ شروط اور نصاب کے مطابق رؤیت کی شہادت مل جائے اور حاکم اس کے مطابق فیصلہ کر لے۔

۵۔ تاہم اگر مقررہ نصاب اور شروط کے مطابق شہادت مل بھی جائے لیکن فلکی حسابات کی رو سے ماہرین کی قطعی رائے یہ ہو کہ اس دن اس مقام پر رؤیت ناممکن تھی تو حاکم پر لازم ہوگا کہ وہ اس شہادت کو قبول نہ کرے کیونکہ شہادت تو اس صورت میں بھی مسترد کی جاسکتی ہے جب اس میں غلطی کا احتمال ہو ، جبکہ اس صورت میں اس کا غلط ہونا قطعی ہوتا ہے۔ پس فلکی حسابات کے ذریعہ اسلامی مہینوں کا اثبات ناجائز ہے لیکن رؤیت کی شہادت کو قبول یا مسترد کرنے کے معاملہ میں حسابات پر اعتماد جائز اور مستحسن ہے۔‘‘(۴)

زیر نظر مقالے میں اب ہم اختلاف مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کے مسئلے کا جائزہ لیں گے اور اس امر پر بحث کریں گے کہ عقلی لحاظ سے پوری دنیا میں وحدت عیدین و رمضان ممکن بھی ہے یا

نہیں؟ اور اگر ممکن ہے تو ایسا کرنے کے لیے شرعی لحاظ سے کن شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے؟ کیا پوری دنیا میں ایک ہی دن روزہ رکھنے اور عید منانے کے لیے محض اختلاف مطالع کا عدم اعتبار ہی کافی ہے یا قانونی طور پر اس کے علاوہ کچھ مزید اقدامات بھی ضروری ہیں ؟

فصل اول: اختلاف مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کا مسئلہ

جہاں تک اختلاف مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں تنقیح طلب امور پانچ ہیں:

اولاً: کیا مطالع کا اختلاف درحقیقت پایا جاتا ہے ؟

ثانیاً: کیا مطالع کے اختلاف سے احکام پر کچھ اثر پڑتا ہے؟ اصطلاحی الفاظ میں، کیا اختلاف مطالع معتبر ہے؟

ثالثاً: ایک علاقہ کی رؤیت کو دوسرے علاقہ پر واجب العمل قرار دینے کے لیے فقہاء نے کیا شرائط رکھی ہیں ؟

رابعاً: اختلاف مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کے مسئلہ میں قانونی اصول'' ولایۃ'' کی کیا اہمیت ہے؟

ذیل میں ان میں سے ہر امر کا الگ الگ تجزیہ پیش کیا جاتا ہے:

امر اول: اختلاف مطالع کا وجود

جہاں تک اختلاف مطالع کے وجود کا تعلق ہے تو اس میں اب دو رائیں نہیں پائی جاتیں۔ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ پوری دنیا کا ایک مطلع نہیں ہے۔ متقدمین میں بعض فقہاء کو اختلاف مطالع کے وجود پر شبہ تھا کیونکہ اس وقت تک علم فلکیات نے اتنی ترقی نہیں کی تھی۔ تاہم متاخرین فقہاء نے اس کے وجود کو ایک مسلم حقیقت کے طور پر تسلیم کیا۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین الشامی (م۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء) فرماتے ہیں:

> **و هذا مما لا نزاع فيه . و انما النزاع في أنه هل يعتبر أم لا .(۵)**
>
> یہ ایسا امر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ اس کا اعتبار کیا جائے یا نہیں۔

اختلاف صرف چاند ہی کے مطالع میں نہیں بلکہ سورج کے مطالع میں بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شمسی کیلنڈر کے لحاظ سے بھی دنیا میں ہر وقت دو تاریخیں ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر اس وقت اسلام آباد (پاکستان) میں ۳ اکتوبر کی تاریخ، اتوار کا دن اور شام کے ۶ بجے ہیں، جبکہ ولنگٹن (نیوزی

لینڈ) میں تاریخ ۴/ اکتوبر، دن پیر کا ہے اور رات کا ایک بجا ہے، جبکہ ہوائی (امریکا) میں ۳/ اکتوبر کی تاریخ ہے، اتوار کا دن ہے اور رات کے تین بجے ہیں۔ متاخرین فقہاً نے اسی بناء پر اختلاف مطالع کے اعتبار کو ایک ضروری امر قرار دیا۔ چنانچہ امام فخر الدین الزیلعی (م ۷۴۳ ھ / ۱۳۴۲ء) کہتے ہیں:

و انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار، حتى اذا زالت الشمس في المشرق لا يلزم أن تزول في المغرب. و كذا طلوع الفجر و غروب الشمس، بل كلما تحركت الشمس درجة تلك طلوع فجر لقوم و طلوع شمس لآخرين و غروب لبعض و نصف ليل لغيرهم. (۲)

اور ہلال کا سورج کی شعاؤں سے انفصال مختلف علاقوں میں مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر مشرق میں سورج کا زوال ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مغرب میں بھی ایسا ہوجائے اور یہی حالت طلوع فجر اور غروب شمس کی ہے۔ بلکہ جب بھی سورج ایک درجہ حرکت کرتا ہے تو کسی قوم کے لیے طلوع فجر کا وقت ہوجاتا ہے، کسی دوسری قوم کے لیے طلوع شمس کا، کسی اور قوم کے لیے غروب شمس کا اور کسی دور دراز کی قوم کے لیے آدھی رات کا۔

اسی بناء پر یہ ممکن نہیں ہے کہ پوری دنیا میں نماز ایک ہی وقت پر ہو۔ پس سورج کے مطالع کا اختلاف معتبر ہے۔ کیا اسی طرح چاند کے مطالع کا اختلاف بھی معتبر ہے؟

امر ثانی: اختلاف مطالع کا اعتبار و عدم اعتبار

اختلاف مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کے مسئلہ نے فقہاء کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ جمہور فقہاء اختلاف مطالع کو معتبر نہیں مانتے۔ فقہ حنفی میں یہی ظاہر الروایہ ہے۔ چنانچہ کنز الدقائق کے متن میں ہے:

و لا عبرة باختلاف المطالع. (۷)

اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

الدر المختار میں ہے:

فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب. (۸)

اس رائے کے حق میں عموماً استدلال حدیث نبویؐ **صوموا لرؤيته و أفطروا لرؤيته** سے کیا جاتا ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ رؤیت ہونے کی صورت میں روزہ رکھنا اور اسی طرح فطر کرنا لازم ہے اور حدیث میں خطاب چونکہ عام ہے اور مخاطب پوری مسلمان امت ہے اس لیے جہاں کہیں بھی رؤیت ثابت ہوجائے تو وہ پوری امت پر لازم ہوجاتی ہے۔

اس کے برعکس بعض دیگر فقہاء، بالخصوص شافعی فقہاء، نے اختلاف مطالع کو معتبر مانا ہے اور اس موقف کے حق میں عموماً عہد صحابہ کے جس واقعے سے استدلال کیا جاتا ہے اس کی روایت صحیح مسلم میں ان الفاظ میں کی گئی ہے :

> **عن كريب أن أم الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام. قال: فقدمت الشام فقضيت حاجتها و استهل على رمضان و أنا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة. ثم قدمت المدينة في آخر الشهر فسألني عبد الله بن عباس رضى الله عنهما، ثم ذكر الهلال فقال: متى رأيتم الهلال؟ فقلت: رأيناه ليلة الجمعة . فقال : أنت رأيته ؟ فقلت: نعم، و رآه الناس و صاموا و صام معاوية. فقال: لكنا رأيناه ليلة السبت، فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين أو نراه. فقلت: أ و لا تكتفى برؤية معاوية و صيامه؟ فقال : لا . هكذا أمرنا رسول الله ﷺ.(۹)**
>
> کریب سے روایت ہے کہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے انھیں کسی کام کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام بھیجا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں شام گیا اور ان کا کام نمٹا دیا۔ ابھی میں شام میں ہی تھا کہ وہاں مجھ پر رمضان کا مہینہ شروع ہوا اور میں نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا۔ پھر میں مہینہ کے آخر میں مدینہ پہنچا تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے احوال پوچھا اور پھر چاند کا ذکر کیا۔ انہوں نے پوچھا : تم لوگوں نے کب چاند دیکھا ؟ میں نے کہا کہ ہم نے جمعہ کی رات دیکھا۔ انہوں نے پوچھا : کیا تم نے بھی دیکھا؟ میں نے کہا: ہاں ، اور بہت سے لوگوں نے دیکھا اور انہوں نے بھی روزہ رکھا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی۔ اس پر انہوں نے کہا: لیکن ہم نے چاند ہفتہ کی رات دیکھا تھا اور ہم تو اس وقت تک روزہ رکھیں گے جب تک تیس دن پورے نہ کریں یا چاند دیکھ نہ لیں۔ میں نے کہا: کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت اور ان کا روزہ آپ کے لیے کافی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا : نہیں ، ہمیں یہی حکم رسول اللہﷺ نے دیا ہے۔

ہم دوسرے مقام پر واضح کرچکے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں رؤیت کے معاملے میں حسابات کے چکر میں پڑنے سے منع فرمایا گیا ہے:

انا أمة أمية ، لا نكتب و لا نحسب. الشهر هكذا و هكذا ، يعنى مرة تسعة و مرة ثلاثين.(١٠)

ہم امی امت ہیں اور حساب کتاب نہیں کرتے۔ مہینہ اس طرح ہوتا ہے (ہاتھ کے اشارے سے واضح کیا)، یعنی کبھی انتیس اور کبھی تیس۔

اسی بناء پر فقہاء نے بالعموم ماہرین فلکیات کی آراء کو درخور اعتنا نہیں سمجھا ہے۔ تاہم شافعی فقہاء نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے میں اگرچہ ماہرین فلکیات کی آراء پر انحصار کرنا ہوگا لیکن اس سے ان احادیث کی خلاف ورزی نہیں ہوتی:

لا يلزم من عدم اعتبارها فى الأصول و الأمور العامة عدم اعتبارها فى التوابع و الأمور الخاصة.(١١)

اصول اور عام امور میں ان کا اعتبار نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ توابع اور خاص امور میں بھی ان کا اعتبار نہ کیا جائے۔

آگے ہم ابن عابدین کی تصریح نقل کریں گے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حنفی فقہاء بھی اس بات کے قائل ہیں ۔

فقہاء میں ایک تیسرا گروہ بھی پایا جاتا ہے جس نے اختلاف مطالع کو ان علاقوں کے لیے معتبر مانا ہے جن کے مابین فاصلہ بہت زیادہ ہو، جبکہ قریب کے علاقوں میں اسے غیر معتبر مانا ہے۔ ممتاز حنفی فقیہ ملک العلماء علاؤالدین الکاسانی (م ۵۸۷ /۱۱۹۱م) فرماتے ہیں:

هذا اذا كانت المسافة بين البلدتين قريبة لا تختلف فيها المطالع. فأما اذا كانت بعيدة، فلا يلزم أحد البلدين حكم الآخر لأن مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى كل أهل بلد مطلع بلادهم دون الآخر.(١٢)

یہ اس وقت جب دونوں شہروں میں مسافت اتنی قریب ہو کہ ان کے مطالع میں اختلاف نہ ہو۔ اس کے برعکس اگر مسافت بعید ہو تو ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ پر لازم نہیں ہوتی کیونکہ جب علاقوں میں فاصلہ بہت زیادہ ہوجائے تو ان کے مطالع میں اختلاف ہوجاتا ہے اور پھر ایسی صورت میں ہر علاقہ کے لوگوں کے لیے انہی کے مطلع کا اعتبار ہوگا۔

متأخرین احناف میں کئی فقہاء اس کے قائل ہیں۔ امام فخر الدین الزیلعی کنز الدقائق کی محولہ بالا عبارت کی شرح میں کہتے ہیں:

ینظر ان کان بینهما تفاوت بحیث لا تختلف المطالع یجب. و ان کان بحیث تختلف فأکثر المشائخ علی أنه لا یعتبر ، حتی اذا صام أهل بلدة ثلاثین یوماً و أهل بلدة أخری تسعة و عشرین یوماً یجب علیهم قضاء یوم. و الأشبه أن یعتبر لأن کل قوم یخاطبون بما عندهم ، و انفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الأقطار، حتی اذا زالت الشمس فی المشرق لا یلزم أن تزول فی المغرب. و کذا طلوع الفجر و غروب الشمس، بل کلما تحرکت الشمس درجة تلک طلوع فجر لقوم و طلوع شمس لآخرین و غروب لبعض و نصف لیل لغیرهم. (۱۳)

دیکھا جائے گا کہ اگر ان دو علاقوں میں دوری اتنی نہ ہو جس سے مطالع مختلف ہو جائیں تو اس صورت میں روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ اور اگر مطالع مختلف ہوجاتے ہوں تو اکثر مشائخ کی رائے پھر بھی یہ ہے کہ اس کا اعتبار نہ کیا جائے، یہاں تک کہ اگر ایک علاقہ کے لوگوں نے تیس اور دوسرے علاقہ کے لوگوں نے انتیس روزے رکھے تو ان پر ایک دن کی قضا واجب ہو گی۔ اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے کیونکہ خطاب ہر قوم کو انہی کے حالات کے مطابق متوجہ ہوتا ہے، اور ہلال کا سورج کی شعاؤں سے انفصال مختلف علاقوں میں مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر مشرق میں سورج کا زوال ہوجائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مغرب میں بھی ایسا ہوجائے اور یہی حالت طلوع فجر اور غروب شمس کی ہے۔ بلکہ جب بھی سورج ایک درجہ حرکت کرتا ہے تو کسی قوم کے لیے طلوع فجر کا وقت ہوجاتا ہے، کسی دوسری قوم کے لیے طلوع شمس کا، کسی اور قوم کے لیے غروب شمس کا اور کسی دور دراز کی قوم کے لیے آدھی رات کا۔

علامہ ابن عابدین کا اپنا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اختلاف مطالع کو معتبر ماننے کے سلسلہ میں شافعیہ کی یہ بات نقل کرنے کے بعد کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے سے رؤیت والی احادیث کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، اس کی مزید تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ان عدم اعتباره فیما مر انما هو لمخالفة نص الحدیث المعلق فیه وجوب الصوم و الفطر علی الرؤیة دون الحساب، و لا مخالفة هنا فیه لنص، بل هو موافق لظاهر النص

المذكور عن ابن عباس و للنص المعلق فيه الوجوب على الرؤية بناء على اعتبار الوجوب فی حق كل قوم برؤيتهم ، كما فی اعتباره فی أوقات الصلاة. فهذا مؤيد لما اختاره الزيلعی من اعتبار اختلاف المطالع. (۱۴)

پیچھے ہم نے حسابات کے عدم اعتبار کا جو ذکر کیا تو وہ اس بناء پر کہ اس سے اس حدیث کی مخالفت لازم آتی تھی جس میں روزہ اور فطر کے وجوب کو رؤیت پر معلق کیا گیا ہے، جبکہ یہاں کسی نص کی مخالفت نہیں ہوتی، بلکہ اس نص کے ظاہری مفہوم کی موافقت ہوتی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اس حدیث کی بھی جس میں روزہ اور عید کے وجوب کو رؤیت پر معلق کیا گیا ہے اگر اس کی یہ تعبیر کی جائے کہ روزہ اور فطر کا وجوب ہر قوم پر اس کی رؤیت کے مطابق ہوتا ہے، جیسے نمازوں کا وجوب ہر قوم پر اس کے اپنے مواقیت کے مطابق ہوتا ہے۔ پس یہ امر اختلاف مطالع کے اعتبار میں زیلعی کے موقف کی تائید کرتا ہے۔

تاہم وہ اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کو محض اس بناء پر راجح قرار دیتے ہیں کہ وہ ظاہر الروایہ ہے:

لكن المعتمد الراجح عندنا أنه لا اعتبار به ، و هو ظاهر الرواية. (۱۵)

یہ بات بہت عجیب لگتی ہے کہ اختلاف مطالع کے اعتبار کی رائے کو قوی سمجھنے کے باوجود ابن عابدین اسے محض اس بناء پر چھوڑ دیتے ہیں کہ اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی رائے ظاہر الروایہ ہے، جبکہ ایک دوسرے مقام پر ہم ابن عابدین ہی کی یہ رائے نقل کر چکے ہیں کہ اگرچہ ظاہر الروایہ کے مطابق مطلع صاف ہونے کی صورت میں رؤیت کی شہادت اسی وقت قبول کی جائے گی جب کثیر تعداد میں گواہ اس کی گواہی دیں لیکن چونکہ لوگ چاند دیکھنے میں تساہل کرتے ہیں اس لیے اگر تنہا شخص رمضان کے ہلال کی رؤیت کی گواہی دے اور وہ شہر سے باہر سے آیا ہو، یا شہر کے اندر ہی کسی بلند مقام سے آیا ہو ، تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔(۱۶) اگر ابن عابدین کے نزدیک امام زیلعی کی رائے وزنی تھی تو وہ ظاہر الروایہ کی وہ تاویل بھی اختیار کر سکتے تھے جسے بالعموم ان حنفی فقہاء نے اختیار کیا ہے جو بعید مسافت والے علاقوں کے درمیان اختلاف مطالع کو معتبر قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر امام کاسانی کی عبارت پیش کی۔ اسی طرح مولانا یوسف بنوریؒ (م ۱۹۷۷ء) کہتے ہیں:

''ائمہ کا قول لا عبرة لاختلاف المطالع مخصوص ان بلاد کے ساتھ ہے جہاں وسط شہر یا آخر شہر تک اتنی مسافت طے نہیں ہو سکتی تھی۔ متاخرین حنفیہ نے جو توسیع کر دی ہے نہ ائمہ کا مراد، نہ حقیقۃً صحیح ہے۔''(۱۷)

صوبہ خیبر پختونخوا کے ممتاز عالم دین مفتی محمد فرید کہتے ہیں :

و أما ما قالوا فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب فالمراد منه المشرق و المغرب للبلد القريب. مثلاً اذا رآها الناس فى مغرب باكستان فيلزم أهل المشرق من الهند و باكستان برؤية أهل المغرب.(۱۸)

یہ جو فقہاء نے کہا ہے کہ اہل مشرق پر اہل مغرب کی رؤیت لازم ہوجاتی ہے تو اس سے مراد قریب کے علاقوں کا مشرق و مغرب ہے۔ مثال کے طور پر اگر پاکستان کے مغرب میں لوگوں نے چاند دیکھا تو اہل مشرق یعنی اہل پاکستان و اہل ہند پر ان اہل مغرب کی رؤیت لازم ہوجائے گی۔

ہماری ناقص رائے میں بھی یہی رائے صحیح ہے۔ تاہم یہاں ہم اس مسئلہ کے ایک اور پہلو کی طرف اشارہ ضروری سمجھتے ہیں جسے اس بحث میں بعض اوقات نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ وہ پہلو یہ ہے کہ کیا دو علاقوں کے درمیان اختلاف و وحدت مطالع کے مسئلہ میں اس بات کی بھی کوئی اہمیت ہے کہ ان علاقوں پر ایک ہی حاکم کی حکومت ہے یا یہ دو الگ حکمرانوں کے زیر تسلط ہیں؟

امر ثالث: ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ پر لازم کرنے کی شرائط

امام علی بن محمد ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ /۱۴۴۹ء) نے مشہور مالکی فقیہ ابن الماجشون (م ۲۱۲ ھ / ۸۲۷ء) کا قول نقل کیا ہے جس سے ولایہ کے قانونی اصول کی وضاحت اچھی طرح ہوجاتی ہے:

لا يلزمهم بالشهادة الا لأهل البلد الذى تثبت فيه الشهادة، الا أن يثبت عند الامام الأعظم فيلزم الناس كلهم لأن البلاد فى حقه كالبلد الواحد ، اذ حكمه نافذ فى الجميع.(۱۹)

کسی علاقہ کے لوگوں کی رؤیت کی شہادت صرف اسی علاقہ کے لوگوں پر لازم ہوتی ہے۔ البتہ اگر شہادت سب سے بڑے حکمران کے سامنے ثابت ہوجائے تو پھر وہ تمام لوگوں پر لازم ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام علاقے اس کے حق میں ایک علاقہ کی طرح ہیں کیونکہ اس کا فیصلہ تمام علاقوں میں نافذ ہوتا ہے۔

چنانچہ جب ایک حاکم کے سامنے شہادت ہوگئی اور اس نے اس شہادت کو قبول کرتے ہوئے رمضان یا شوال کا فیصلہ کر لیا تو وہ فیصلہ اس کے زیر تسلط علاقہ میں تو نافذ العمل ہو گا لیکن دوسرے علاقے جو دوسرے حکام کے زیر تسلط ہوں ان کے لیے وہ فیصلہ تبھی واجب العمل ہوگا جب وہاں کے حکام اس فیصلہ کو قبول کرلیں۔

اسی بناء پر دوسرے حاکم تک اس فیصلہ کی خبر پہنچانے کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس کے لیے باقاعدہ قانونی طریقہ اختیار کیا جائے۔ اوپر ہم نے الدر المختار کی عبارت نقل کی جس میں اہل مغرب کی رؤیت کو اہل مشرق کے لیے اس شرط کے ساتھ لازم قرار دیا گیا کہ وہ رؤیت اہل مشرق کے لیے ایسے طریقے سے ثابت ہو جو ان پر اس رؤیت کی اتباع کو واجب کردے:

فیلزم أهل المشرق برؤیة أهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة أولئک بطریق موجب.

اس ''طریق موجب'' کی تشریح میں علامہ ابن عابدین یہاں دو طریقے ذکر کرتے ہیں: شہادۃ علی حکم القاضی یا شہادۃ علی القضاء اور استفاضہ۔

کأن یتحمل اثنان الشهادة و یشهدا علی حکم القاضی أو یستفیض الخبر. (۲۰)

جیسے دو گواہ قاضی کے فیصلہ کا تحمل کرکے دوسرے قاضی کے سامنے اس کی گواہی دیں، یا اس فیصلہ کی خبر پھیل جائے۔

فقہاء نے دو مزید طریقے ذکر کیے ہیں: شہادۃ علی الشہادۃ اور کتاب القاضی الی القاضی۔(۲۱) ان طریقوں کی مختصر وضاحت یہاں پیش کی جاتی ہے:

شهادة علی الشهادة سے مراد یہ ہے کہ اصل گواہ کسی عذر کی وجہ سے خود مجلس قضا میں حاضر نہ ہوسکیں تو اپنی گواہی کی ادائیگی کی ذمہ داری باقاعدہ طریقے سے دوسرے گواہوں کے سپرد کردیں۔ ''اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا ۔ گواہان فرع یہاں آکر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں ابن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں ابن فلاں مذکور نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور فلاں ابن فلاں مذکور نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہوجا ۔'' (۲۲)

شهادة علی حکم القاضی سے مراد یہ ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے رؤیت ہلال کی شہادت کے بموجب فیصلہ کیا اور اس گواہی اور فیصلہ کے وقت جو لوگ موجود تھے ان میں سے دو عادل گواہ دوسرے شہر کے حاکم کے سامنے آکر اس امر کی گواہی دیں۔ **فتح القدیر** میں ہے:

لو شهدوا أن قاضی بلد کذا شهد عنده اثنان برؤیة الهلال فی لیلة کذا و قضی بشهادتهما جاز لهذا القاضی أن یحکم بشهادتهما لأن قضاء القاضی حجة و قد شهدوا به. (۲۳)

اگر کسی دوسرے شہر کے قاضی کے سامنے گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں شہر کے قاضی کے سامنے

فلاں رات کو دو گواہوں نے چاند دیکھنے کی گواہی دی اور اس قاضی نے اس گواہی کے مطابق فیصلہ سنا دیا تو اس قاضی کے لیے یہ جائز ہو گا کہ وہ ان گواہوں کی گواہی پر فیصلہ سنادے کیونکہ قاضی کا فیصلہ حجت ہوتا ہے اور یہ گواہ اس فیصلہ کی گواہی دے رہے ہیں۔

کتاب القاضی الی القاضی کا طریقہ یہ ہے کہ جس قاضی کے سامنے رؤیت کی گواہی دی گئی اور اس نے اس کے بموجب فیصلہ سنا دیا وہ از خود دوسرے علاقہ کے قاضی کو خط لکھ کر اسے اس امر کی باقاعدہ اطلاع دے اور دو گواہوں کو اس خط کے مضمون پر گواہ کر کے ان کے ہاتھ اس خط کو اس قاضی کے پاس بھجوائے، پھر وہ گواہ وہاں جا کر اس قاضی کے سامنے اس خط کے مضمون کی گواہی دیں اور بتائیں کہ وہ قاضی کی جانب سے اس کے فیصلہ کی گواہی کے لیے بھجوائے گئے ہیں۔[۲۴]

شہادۃ علی الشہادۃ، شہادۃ علی حکم القاضی اور کتاب القاضی الی القاضی کے ان تین باقاعدہ طریقوں کے بجائے اگر محض حکایت یا روایت کے طور پر دوسرے علاقہ سے رؤیت کی خبر ملے تو حجت نہیں ہے۔ امام ابن الھمام کہتے ہیں:

> **حتی لو شهد جماعة أن أهل بلدة كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا و هذا اليوم ثلاثون بحسابهم، و لم ير هؤلاء الهلال لا يباح فطر غد، و لا تترک التراويح فی هذه الليلة لأنهم لم يشهدوا بالرؤية و لا علی شهادة غيرهم، و انما حكوا رؤية غيرهم.(۲۵)**
>
> اگر کسی گروہ نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک دن پہلے چاند دیکھا اور روزہ رکھا تھا اور یہ دن ان کے حساب سے تیسواں دن ہے، تو اگر ان لوگوں نے چاند نہ دیکھا ہو تو ان کے لیے جائز نہیں ہو گا کہ اگلے دن فطر کریں اور اس رات تراویح چھوڑ دیں کیونکہ اس گروہ نے نہ چاند دیکھنے پر گواہی دی نہ اس کی گواہی پر گواہی دی، بلکہ انہوں نے تو صرف دوسروں کی رؤیت کی حکایت کی ہے۔

واضح رہے کہ شہادۃ علی الشہادۃ، شہادۃ علی حکم القاضی اور کتاب القاضی الی القاضی کے ان تینوں طریقوں میں دوسرے شہر کے قاضی پر پہلے قاضی کا فیصلہ ماننا لازم نہیں ہے۔ اگر وہ گواہوں کی گواہی سے مطمئن ہو اور اس کے فقہی مسلک کے مطابق پہلے شہر کے قاضی کا یہ فیصلہ صحیح ہو تو وہ اس کے بموجب فیصلہ سنا سکتا ہے۔ اگر اس نے فیصلہ سنا دیا تو پھر اس کی ولایہ کے تحت آنے والے علاقوں میں اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا اور وہاں بھی رمضان یا عید کا اعلان ہو جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں ایک شہر کے قاضی کا فیصلہ دوسرے شہر کے رہنے والوں پر ازخود لازم نہیں ہوتا جب تک وہاں کا قاضی

پہلے شہر کے قاضی کا فیصلہ قبول کرکے اس کے بموجب فیصلہ نہ کرلے۔ چنانچہ کبار پاکستانی علماء کے متفقہ فتویٰ زبدۃ المقال میں تصریح کی گئی ہے:

و أما فیما وراء حدود ولایتھم فلا بد من الثبوت عند حاکم تلک الولایة بشھادة شاھدین علی الرؤیة، أو علی الشھادة ، أو علی حکم الحاکم ، أو جاء الخبر مستفیضاً، لأن حکم الحاکم نافذ فی ولایته.(۲۶)

البتہ ان کے حدود ولایت سے باہر کی ولایت میں ضروری ہے کہ وہاں کے حاکم کے سامنے دو گواہ رؤیت کی، یا شہادت کی اور یا حکم حاکم کی گواہی دیں، یا ان امور کی خبر پھیل جائے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ ہر حاکم کا فیصلہ صرف اسی کے حدود ولایت میں نافذ ہوتا ہے۔

جیسا کہ اس عبارت میں مذکور ہوا فقہاء ایک چوتھا طریقہ بھی ذکر کرتے ہیں جس کے ذریعہ ایک شہر کے قاضی کا فیصلہ دوسرے شہر تک پہنچ جاتا ہے۔ اسے اصطلاحاً ''استفاضة '' کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا شہر جہاں روزہ و عید کا فیصلہ قاضی کرتا ہو وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب اپنے علم کی رو سے یہ خبر دیں کہ وہاں روزہ یا عید کا فیصلہ ہو گیا تو اس کی حیثیت بھی ایک واجب العمل دلیل کی ہوجاتی ہے۔ اس کی وجہ ابن عابدین کے حوالہ سے ہم نے اوپر ذکر کی ہے کہ جب ایک شہر کے مسلمانوں کے متعلق معلوم ہوجائے کہ انہوں نے روزہ رکھا ہے تو لامحالہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ایسا اپنے حاکم کے فیصلہ سے کیا ہوگا، نہ کہ محض عوامی توہمات کی بنیاد پر۔

لأن المراد بھا بلدة فیھا حاکم شرعی، کما ھو العادة فی البلاد الاسلامیة. فلا بد أن یکون صومھم مبنیاً علی حکم حاکمھم الشرعی.(۲۷)

کیونکہ مراد ایسا شہر ہے جہاں شرعی حاکم ہو، جیسا کہ اسلامی شہروں میں عام دستور ہے۔ پس یہ ماننے بغیر چارہ نہیں ہے کہ اس شہر کے لوگوں کا روزہ ان کے شرعی حاکم کے حکم سے ہے۔

پس اگر یہ رمضان کی رؤیت کی خبر ہو تو اس پر عمل واجب ہوجاتا ہے۔ تاہم یہاں تین باتوں کی طرف توجہ دلانا ضروری محسوس ہوتا ہے:

اولاً : یہ کہ اس سے مراد محض افواہیں نہیں ہیں جب کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے چاند دیکھا ؟ کس نے اس کی گواہی دی؟ کس نے اس گواہی قبول کی؟ علامہ ابن عابدین نے استفاضہ کی وضاحت میں شیخ مصطفیٰ رحمتی انصاری (۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء) کا یہ قول نقل کیا ہے:

معنی الاستفاضة أن تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن أهل تلک البلدة أنهم صاموا عن رؤیة ، لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعه.(۲۸)

استفاضہ سے مراد یہ ہے کہ اس علاقہ سے کئی کئی گروہ آئیں اور ان میں ہر ایک یہ خبر دے کہ وہاں کے لوگوں نے رؤیت کی بنیاد پر روزہ رکھا۔ محض خبر کا پھیل جانا، جبکہ یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے پھیلائی استفاضہ نہیں ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی (م ۱۹۲۱ء) فرماتے ہیں:

”پوچھے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے، یا لوگ کہتے ہیں، یا بہت پتا چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ منتہائے سند دو ایک شخصوں کے محض حکایت کہ انہوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہوگئی۔ ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں۔“(۲۹)

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں :

”کوئی خبر اتنی عام اور مشہور و متواتر ہوجائے کہ اس کے بیان کرنے والے کے مجموعہ پر یہ گمان نہ ہوسکے کہ انہوں نے کوئی سازش کی ہے یا سب جھوٹ بول رہے ہیں۔ ایسی خبر کو اصطلاح میں خبر مستفیض یعنی مشہور کہا جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ مختلف اطراف سے مختلف آدمی یہ بیان کریں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے، یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کر کے چاند ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے، یا موجودہ آلات مواصلات تار، ٹیلی فون ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ مختلف جگہوں سے مختلف لوگوں کے یہ بیانات موصول ہوں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے، یا ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے شہادت سن کر چاند ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔۔۔ صحیح یہ ہے کہ تعداد کوئی متعین نہیں، قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعتماد پر مدار ہے۔ بعض اوقات سو آدمیوں کی خبر بھی مشتبہ ہوسکتی ہے۔ ایک فقیہ نے فرمایا کہ بلخ میں تو پانچ سو آدمیوں کی خبر بھی کم ہے اور بعض اوقات دس بیس کی خبر سے ایسا یقین کامل حاصل ہوجاتا ہے۔“ (۳۰)

ثانیاً: خبر مستفیض اگر رمضان کے متعلق مل جائے تو چونکہ یہ ایک امر دینی ہے اور اس کی حیثیت روایت کی ہے اس لیے لوگوں پر حکم حاکم کے بغیر بھی رمضان کا روزہ واجب ہوجاتا ہے لیکن اگر یہ خبر مستفیض عید کے متعلق ہو تو دوسرے شہر کے لوگوں کے لیے اس کے بموجب عمل تبھی جائز ہو گا جب وہاں کا قاضی اس کو قبول کرکے اس کے مطابق فیصلہ کرے ۔

ثالثاً: اگر ایک شہر میں انتیس رمضان ہو اور وہاں عید کے چاند کے متعلق رؤیت کی شہادت کی

گئی اور پھر وہاں سے خبر مستفیض دوسرے شہر پہنچ گئی لیکن وہاں اٹھائیس رمضان ہو تو کیا کیا جائے گا؟ اوپر ہم نے جتنے اصول ذکر کیے ان کو یہاں منطبق کیجیے تو جواب صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں ایک شہر کا فیصلہ دوسرے شہر کے لیے حجت نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت تبھی پیش آ سکتی ہے جب ہر شہر نے رؤیت کا الگ الگ فیصلہ کیا اور مرکزی حکمران نے رؤیت کے متعلق کوئی فیصلہ صادر نہ کیا ہو کیونکہ اگر اس نے حکم صادر کیا ہوتا تو وہ سب پر لازم ہوتا اور پھر ایک شہر میں انتیس رمضان اور دوسرے شہر میں اٹھائیس رمضان نہ ہوتا۔

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ کے لیے معتبر ہونے یا نہ ہونے کے سلسلہ میں جہاں اس بات کی اہمیت ہے کہ ان کا مطلع متحد ہے یا مختلف، وہاں اتنی اہمیت یا شاید اس سے زیادہ اہمیت اس سوال کی ہے کہ دونوں علاقے ایک ہی حاکم کی ولایہ کے تحت ہیں یا وہاں الگ الگ حکمرانوں کا تسلط ہے؟ اس بات کی وضاحت درج ذیل چار صورتوں سے ہوجاتی ہے۔

امر رابع: اختلاف و وحدت مطالع کی چار ممکن صورتیں

اختلاف و وحدت ولایہ اور اختلاف و وحدت مطالع کے دونوں عوامل کو یکجا کیا جائے تو کل چار صورتیں بنتی ہیں:

ایک صورت یہ ہے کہ دونوں علاقوں کا مطلع بھی ایک ہو اور ان پر ولایہ بھی ایک ہی حاکم کی ہو۔ اس صورت میں کوئی ابہام اور کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ کے لیے بھی صحیح اور نافذ ہو گی۔ پاکستان میں اس وقت یہی صورتحال ہے۔ ۱۹۵۴ء میں کبار علماء نے رؤیت ہلال کے متعلق جو متفقہ فتویٰ زبدۃ المقال فی رؤیۃ الھلال کے نام سے مرتب کیا اس میں قرار دیا گیا :

> **اذا ثبت الصوم و الفطر عند حاکم تحت قواعد الشرع بفتوی العلماء أو عند واحد أو جماعة من العلماء الثقات ولاهم رئیس المملکة أمر رؤیة الهلال و حکموا بالصوم أو الفطر و نشروا حکمهم هذا فی رادیو ، یلزم علی من سمعها من المسلمین العمل فی حدود ولایتهم.(۳۱)**
>
> جب حاکم کے سامنے علماء کے فتویٰ کی رو سے شرعی قواعد کے تحت رؤیت ثابت ہوجائے، یا کسی ایک یا زائد علماء کے سامنے، جنھیں مملکت کے سربراہ نے رؤیت ہلال کے فیصلوں کی ذمہ داری سونپی ہو، رؤیت ثابت ہوجائے اور وہ روزہ یا فطر کا فیصلہ کرلیں اور اس

فیصلہ کی اشاعت ریڈیو کے ذریعہ کریں تو ان کے حدود ولایت میں جو بھی مسلمان اس خبر کو سنے گا اس پر لازم ہوگا کہ اس پر عمل کرے۔

اس قرارداد کے ساتھ مفتی محمد شفیع نے اس توضیح کا اضافہ کیا:

''یعنی جس علاقہ کے ریڈیو سے وہاں کے علماء کے فیصلہ کا اعلان ہو وہ اسی علاقہ کے حدود میں واجب التعمیل ہو گا۔ دوسرے علاقوں میں جب تک شرعی ثبوت کے ذریعہ وہاں کے علماء فیصلہ نہ دیں یہ اعلان اثر انداز نہ ہوگا۔ مثلاً کراچی ریڈیو کا اعلان صرف سندھ بلوچستان پر اور لاہور ریڈیو کا اعلان صوبہ پنجاب پر اور راولپنڈی ریڈیو کا اعلان راولپنڈی ڈویژن اور آزاد کشمیر ریڈیو کا اعلان صرف آزاد کشمیر پر اور پشاور ریڈیو کا اعلان صوبہ سرحد و آزاد قبائل پر اور ڈھاکہ ریڈیو کا اعلان پورے مشرقی پاکستان پر اثر انداز اور واجب التعمیل ہو گا۔ ایک علاقہ کا اعلان دوسرے علاقہ کے لیے مؤثر نہ ہوگا۔''(۳۲)

دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں علاقوں کا مطلع تو ایک ہی ہو مگر ان پر دو مختلف حکمرانوں کی ولایہ ہو۔ اوپر ہم نے شہادۃ علی الشہادۃ، شہادۃ علی حکم القاضی، کتاب القاضی الی القاضی اور استفاضہ کی جو تفصیلات ذکر کیں ان سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اس صورت میں ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ کے لیے اس وقت تک معتبر نہیں ہوسکتی جب تک اس دوسرے علاقہ کا حاکم اسے قبول کر کے اس کے مطابق فیصلہ نہ کر لے۔

پاکستان سے متصل بھارت اور افغانستان کے علاقوں کا مطلع متحد ہے لیکن ان ریاستوں میں ولایات مختلف ہیں۔ اس لیے افغانستان میں کی گئی رؤیت خواہ وحدت مطالع کے پہلو سے پاکستانیوں کے لیے حجت ہو لیکن اس رؤیت کو پاکستانیوں پر لازم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ شہادۃ علی الشہادۃ، شہادۃ علی حکم القاضی، کتاب القاضی الی القاضی یا استفاضہ کے طریق پر اس رؤیت کی خبر پاکستانی حکام کے پاس پہنچ جائے اور پھر پاکستانی حکومت اسے قبول کر کے اس کے بموجب فیصلہ بھی کرلے۔ چنانچہ کبار پاکستانی علماء کے متفقہ فتویٰ زبدۃ المقال میں ہے:

و أما فيما وراء حدود ولا يتهم فلا بد من الثبوت عند حاكم تلك الولاية بشهادة شاهدين على الرؤية، أو على الشهادة، أو على حكم الحاكم ، أو جاء الخبر مستفيضاً، لأن حكم الحاكم نافذ في ولايته.(۳۳)

البتہ ان کے حدود ولایت سے باہر کی ولایت میں ضروری ہے کہ وہاں کے حاکم کے سامنے دو گواہ رؤیت کی، یا شہادت کی اور یا حکم حاکم کی گواہی دیں، یا ان امور کی خبر

پھیل جائے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ ہر حاکم کا فیصلہ صرف اسی کے حدود ولایت میں نافذ ہوتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ دونوں علاقے ایک ہی حاکم کی ولایہ کے تحت آتے ہوں لیکن ان میں ایک مطلع دوسرے سے مختلف ہو۔ اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا مسئلہ اسی صورت میں عملی اہمیت اختیار کر لیتا ہے۔ اس صورت میں جو فقہاء اختلاف مطالع کو معتبر مانتے ہیں ان کے اصول پر اس صورت میں ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ کے لیے معتبر نہیں ہوگی اور جو اختلاف مطالع کو غیر معتبر مانتے ہیں ان کے اصول کے مطابق ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ کے لیے معتبر ہو گی۔ اسی طرح جنہوں نے تیسرا قول اختیار کیا ہے وہ دونوں علاقوں کے درمیان مسافت کو دیکھیں گے۔ تاہم ایک بات فقہاء کے سب گروہوں کے نزدیک مسلم ہے، اور وہ یہ کہ اس طرح کے اختلافی مسائل میں حاکم نے جس فقہی مسلک کے مطابق بھی فیصلہ کیا وہ ان لوگوں پر بھی نافذ ہو گا جن کے فقہی مسلک کے مطابق یہ فیصلہ صحیح نہ ہو۔ چنانچہ اگر حاکم نے اختلاف مطالع کا عدم اعتبار کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ کے لیے بھی معتبر ہے تو دونوں علاقوں میں اس کا یہ فیصلہ نافذ ہوگا اور دونوں علاقوں کے لوگ اس فیصلہ کے پابند ہوں گے کیونکہ دونوں علاقے اس کی ولایہ کے تحت آتے ہیں۔ **قضاء القاضی فی المجتھدات نافذ**۔(۳۴) پس اس صورت میں اختلاف مطالع سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ دونوں علاقے ایک حاکم کی ولایہ کے تحت ہیں۔

چنانچہ جس وقت موجودہ بنگلہ دیش مشرقی پاکستان کی صورت میں ریاست پاکستان کا حصہ تھا اس وقت یہاں یہی صورتحال تھی۔ اوپر ہم نے کبار پاکستانی علماء کے متفقہ فتوی زبدۃ المقال سے یہ مسئلہ نقل کیا کہ رؤیت کے متعلق حاکم کا فیصلہ صرف اس کے حدود ولایت میں ہی نافذ ہو گا۔ اس پر مولانا یوسف بنوری نے یہ تعلیق لکھی :

> ''حدود ولایت میں عمل کرنے کا کلیہ صحیح نہیں۔ بعض اوقات بلاد میں بعد اتنا ہوتا ہے کہ حقیقۃً مطلع مختلف ہو سکتا ہے، جیسے پشاور اور ڈھاکہ۔ اس لیے یہ قید بڑھانا چاہیے' بشرطیکہ دونوں ملکوں میں اتنا فاصلہ نہ ہو جہاں اختلاف مطلع حقیقۃً ہوسکتا ہو۔''(۳۵)

ہماری ناقص رائے میں اصولاً مولانا بنوری کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع حقیقۃً ہوتا ہے اور اس کا اعتبار کرنا چاہیے۔ تاہم، جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کیا، حاکم کا فیصلہ اس تمام علاقہ میں نافذ ہوتا ہے جو اس کی ولایہ میں ہو۔ اس لیے اختلاف مطالع کے باوجود

ان علاقوں میں اس کے فیصلہ کے بموجب روزہ اور فطر لازم ہوگا اور اختلاف مطالع کو نظر انداز کرنا ہو گا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ دونوں علاقوں کا مطلع بھی مختلف ہو اور وہ الگ الگ حکمرانوں کی ولایہ کے تحت بھی ہوں، جیسے سعودی عرب اور پاکستان کا معاملہ ہے۔ جو فقہاء اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل ہیں ان کے نزدیک تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ کے لیے معتبر نہیں ہو گی۔ اسی طرح جو بعد و قرب کو دیکھتے ہیں وہ اس پیمانے پر اس مسئلہ کا جائزہ لیں گے، اور جو اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ رؤیت معتبر ہو گی۔ تاہم جو فقہاء اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی یہ بات مسلم ہے کہ ایک علاقہ کی رؤیت تبھی دوسرے علاقہ کے لیے معتبر ہوگی جب شہادۃ علی الشہادۃ، شہادۃ علی القضاء، کتاب القاضی الی القاضی یا استفاضہ کی صورت میں اس رؤیت کی خبر ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں پہنچ جائے اور وہاں کا حاکم اسے قبول کرکے اس کے بموجب فیصلہ کرلے۔ پھر اگر اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے باوجود ایک علاقہ کی رؤیت کو دوسرے علاقہ کے لیے معتبر بنانے کے لیے حکم حاکم ضروری ہے تو حکم حاکم کے بعد تو یہ فیصلہ ان فقہاء کے نزدیک بھی واجب العمل ہوگا جو اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل ہیں **لأن قضاء القاضی فی المجتهدات نافذ۔**

اسی چوتھی صورت کی ایک ذیلی قسم یہ ہے کہ دو علاقوں میں مطالع کا بھی اختلاف ہو اور ان میں ایک علاقہ ایسا ہو جہاں مسلمانوں کا حاکم یا قاضی نہ پایا جاتا ہو۔ مثال کے طور پر سعودی عرب کی رؤیت امریکا کے مسلمانوں کے لیے کس طرح لازم ہو گی؟ بعض لوگ اس کی مثال میں صوبہ سرحد کے قبائلی علاقے بھی شامل کریں گے۔ ایک دوسرے مقام پر ہم نے تفصیل سے واضح کیا ہے کہ حاکم کی عدم موجودگی میں رؤیت کے فیصلوں کے لیے قابل اعتماد علماء کو اس کے قائم مقام کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔(۳٦)

والعالم الثقة فی بلدة لا حاکم فیها قائم مقامه.(۳۷)

ایسے علاقہ میں جہاں حاکم نہ ہو قابل اعتماد عالم اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔

و لو کانوا ببلدة لا حاکم فیها صاموا بقول ثقة و أفطروا باخبار عدلین للضرورة.(۳۸)

اگر مسلمان ایسے علاقہ میں ہوں جہاں حاکم نہ ہو تو ایک قابل اعتماد شخص کی شہادت پر روزہ رکھیں گے اور دو عادل گواہوں کی گواہی پر فطر کریں گے، مجبوری کی وجہ سے۔

أی ضرورة عدم وجود حاکم یشهد عنده.(۳۹)

مجبوری سے مراد یہ ہے کہ وہاں ایسا حاکم نہیں ہے جس کے پاس گواہی دی جا سکے۔

لو کانوا فی بلدة لا قاضی فیها ولا والی فان الناس یصومون فیها بقول ثقة و یفطرون باخبار العدلین.(۴۰)

اگر مسلمان ایسے علاقہ میں ہوں جہاں نہ قاضی ہو اور نہ حاکم، تو وہ ایک قابل اعتماد گواہ کی گواہی پر روزہ رکھیں گے اور دو عادل گواہوں کی گواہی پر فطر کریں گے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ خیبر پختونخوا کے ممتاز فقیہ مفتی محمد فرید مدظلہ کے مجموعۂ فتاوی، جو ''فتاوی فریدیہ'' کے نام سے موسوم ہے، سے بعض فتاوی نقل کیے جائیں جن میں قبائلی علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے سعودی عرب کی رؤیت کی اتباع کے متعلق سوالات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ کرم ایجنسی سے تعلق رکھنے والے ایک مستفتی نے پوچھا:

''ہمارا علاقہ قبائلی ہے جو افغانستان اور پاکستان کے درمیان واقع ہے تو ہم عید اور صوم پاکستان کے ساتھ کریں یا افغانستان کے ساتھ، حالانکہ اکثر پاکستان اور افغانستان کے درمیان ایک دو دن کا فرق ضرور ہوتا ہے؟''(۴۱)

اس کے جواب میں مفتی صاحب نے فرمایا ہے :

'' ایسے درمیانی علاقہ کے لیے اہل علم و فتوی کے فیصلے کی رو سے دونوں ملکوں کی موافقت جائز ہے۔''(۴۲)

یہاں مفتی صاحب نے استدلال الدر المختار کی اس عبارت سے کیا ہے:

و لو کانوا ببلدة لا حاکم فیها صاموا بقول ثقة و أفطروا باخبار عدلین للضرورة.(۴۳)

اگر مسلمان ایسے علاقہ میں ہوں جہاں حاکم نہ ہو تو ایک قابل اعتماد شخص کی شہادت پر روزہ رکھیں گے اور دو عادل گواہوں کی گواہی پر فطر کریں گے، مجبوری کی وجہ سے۔

أی ضرورة عدم وجود حاکم یشهد عنده.(۴۴)

مجبوری سے مراد یہ ہے کہ وہاں ایسا حاکم نہیں ہے جس کے پاس گواہی دی جا سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مفتی صاحب کے فتویٰ کی بنیاد یہ امر ہے کہ اس ''درمیانی علاقہ'' میں پاکستان اور افغانستان دونوں ریاستوں میں سے کسی کا بھی حاکم یا قاضی نہیں پایا جاتا۔ مفتی صاحب نے آگے ایک اہم تنبیہ بھی ذکر کی ہے:

'' جس وطن کی خبر پر رمضان کا حکم دیں تو فطر میں بھی اس کی موافقت کریں۔'' (۴۵)

اسی طرح مہمند ایجنسی سے تعلق رکھنے والے ایک مستفتی نے پوچھا:

''ہمارا علاقہ مہمند ایجنسی کے اس خطہ میں واقع ہے کہ جہاں نہ پاکستانی حکومت ہے اور نہ افغانی، بلکہ مکمل طور پر آزاد علاقہ ہے۔ ہم سعودی عرب کے اعلان پر عیدین وصوم کرتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو سعودی اعلان پر عمل نہیں کرتے۔ اب سوال یہ ہے کہ سعودی اعلان پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس دوسرے طبقہ کا کیا حکم ہے کہ وہ سعودی اعلان پر عمل نہیں کرتے؟ ''(۴۶)

اس کے جواب میں مفتی صاحب فرماتے ہیں:

''بنا بر ظاہر الروایت اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے۔۔۔ اور بعض اہل علم اسی روایت پر عمل کرتے ہیں۔ اور بعض علماء اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ عدم اعتبار بلاد قریبہ میں ہے نہ کہ بلاد بعیدہ میں ۔۔۔ اور ہر چہ سعودی عربیہ ہے وہ بلا شک و شبہ بلاد بعیدہ میں سے ہے۔۔۔ نیز یہ منصوصی اور اجماعی حکم ہے کہ مہینہ کا انتیس روز سے کم ہونا قیاس اور رائے سے متغیر کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ظاہر الروایت کو اپنے اطلاق پر چھوڑا جائے تو اس سے یہ تغیر لازم آتا ہے کہ اہل پاکستان عوام روزے کو پاکستانی رؤیت پر رکھیں گے اور فطر کو سعودی ریڈیو پر کریں گے۔ پس رمضان بعض اوقات میں اٹھائیس دن کا رہے گا پس بر اہل علم انسداد ایں مفسدہ ضروری است۔''(۴۷)

مہمند ایجنسی سے ہی تعلق رکھنے والے ایک اور مستفتی نے جب اسی طرح سعودی عرب کے ساتھ رمضان وعید کرنے کے جواز کے متعلق پوچھا تو مفتی صاحب نے فرمایا:

''اگر آپ کے علاقہ میں معتمد علماء کے فتوی اور فیصلہ سے یہ رواج ہو تو قابل اعتراض نہیں ہے۔ البتہ عید الاضحیٰ میں اس رواج کا جاری نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ عوام اور جرگہ کا فیصلہ ہے۔''(۴۸)

اس تجزیہ سے معلوم ہوا کہ پہلی دو صورتوں میں تو اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ان صورتوں میں دونوں علاقوں میں مطلع ایک ہی ہوتا ہے۔ ان میں دوسری صورت میں مطالع کی وحدت کے باوجود دونوں علاقے الگ الگ حکمرانوں کی ولایہ کے تحت ہوتے ہیں اس لیے اختلاف مطالع سے زیادہ اہمیت ولایہ کے اثر کی ہوتی ہے۔ باقی دو صورتوں میں مطالع کا اختلاف ہوتا ہے لیکن ان میں بھی اختلاف مطالع سے زیادہ اہمیت وحدت یا اختلاف ولایہ کے

سوال کی ہے۔ غالبًا اسی بناء پر حنفی فقہاء کی اکثریت نے اختلاف مطالع کو اہمیت نہیں دی اور ظاہر الروایہ کے طور پر یہ بات مان لی گئی کہ اختلاف مطالع غیر معتبر ہے ۔

خلاصۂ بحث

اختلاف مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کے مسئلہ میں ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ امام کاسانی اور امام زیلعی کی رائے راجح ہے کہ بلاد بعیدہ میں یہ اختلاف معتبر ہے، جبکہ بلاد قریبہ میں اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس سلسلہ میں بعد و قرب کے لیے تخمینوں اور اندازوں کے بجائے جدید سائنسی تحقیقات پر انحصار ضروری ہے۔ تاہم اگر اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیا جائے، جیسا کہ احناف کی عمومی رائے ہے، تب بھی ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ پر اس وقت تک لازم نہیں ہوسکتی جب تک اس علاقہ کا حاکم اسے قبول کرکے اس کے مطابق فیصلہ نہ کر لے۔ پس اصل اہمیت اتحاد یا اختلاف مطالع کی نہیں بلکہ اس کی ہے کہ اس رؤیت کو حاکم نے قبول کرکے اس کے مطابق فیصلہ کرلیا ہے یا نہیں ۔ و اللہ تعالیٰ أعلم ۔

فصل دوم: پوری دنیا میں ایک ہی دن روزہ رکھنے اور عید منانے کا مسئلہ

ہم نے ابتداء میں ذکر کیا کہ اختلاف صرف چاند ہی کے مطالع میں نہیں بلکہ سورج کے مطالع میں بھی ہے جس کی وجہ سے ہر وقت شمسی کیلنڈر کے لحاظ سے دنیا میں دو تاریخیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ عملاً ممکن ہی نہیں ہے کہ پوری دنیا میں ایک دن روزہ رکھا جائے اور ایک ہی دن عید کی جائے۔ مثال کے طور پر اگر امریکا میں ہفتہ کی شام چاند کی رؤیت ہو اور اس رؤیت پر فیصلہ کیا جائے کہ اگلے دن عید ہوگی تو اس وقت پاکستان میں اتوار کے دن صبح کا وقت ہو گا جبکہ نیوزی لینڈ میں اتوار کے دن شام کا وقت ہو گا۔ پس امریکا میں اتوار کے دن عید ہو گی جبکہ پاکستان اور نیوزی لینڈ میں اتوار کے دن عید کرنا ممکن ہی نہیں ہو گا۔(۴۹)

بعض لوگوں نے یہ رائے دی ہے کہ خواہ ایک دن روزہ اور عید کرنا ممکن نہ ہو لیکن یہ تو ممکن ہے کہ جس دن دنیا میں کہیں غروب شمس کے بعد رؤیت ہو جائے تو اس کے بعد اگلے دن پوری دنیا میں روزہ اور عید کی جائے۔ یہ یقیناً ممکن تو ہے لیکن اس میں عملاً کئی مشکلات حائل ہیں جن کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ رائے دی ہے کہ رؤیت کے بجائے فلکی حسابات کو معیار بنایا جائے اور دنیا میں کہیں بھی اگر فلکی حسابات کی رو سے غروب شمس سے پہلے چاند کی پیدائش ہو جائے اور چاند غروب شمس کے بعد افق میں چند لمحوں کے لیے باقی رہے تو اس کے اگلے دن پوری دنیا میں روزہ

و عید ہونی چاہیے۔ بعض اور لوگوں نے اس تجویز میں تھوڑی سی ترمیم کرکے ''اسلامیانے'' کی کوشش اس طرح کی کہ مکہ مکرمہ کو معیار بنانے کی رائے دی، یعنی فلکی حسابات کی رو سے جس دن چاند کی پیدائش ہو اور مکہ مکرمہ کے وقت کے مطابق وہ غروب شمس کے بعد چند لمحوں کے لیے چاند افق میں باقی رہے تو اس کے اگلے دن پوری دنیا میں روزہ و عید کی جائے۔ ڈاکٹر ذوالفقار علی شاہ کہتے ہیں:

نرى أن مكة هي قبلة المسلمين جميعاً و تتمتع بأهمية أكبر من توقيت (غرينتش)، لذلک فان على المسلمين أن يتخذوا مكة كأساس لاثبات الشهور الاسلامية. فالشهر الجديد سيبدأ عندما يولد القمر الجديد قبل غروب الشمس فی مكة و يبقى فی الأفق حتى بعد غروب الشمس و لو بوقت قليل. عندئذ فان العالم الاسلامی كله سيبدأ الشهر الجديد خلال أربع و عشرين ساعة من ولادة القمر الجديد فی مكة (٥٠)

ہماری رائے یہ ہے کہ مکہ ہی تمام مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے اور اس کی اہمیت گرین وچ کی توقیت سے زیادہ ہے۔ اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اسلامی مہینوں کے اثبات کے لیے مکہ کو اساس کے طور پر مان لیں۔ پس نیا مہینہ اس وقت شروع ہو گا جب مکہ میں غروب شمس سے پہلے چاند کی پیدائش ہو اور پھر، خواہ تھوڑے ہی وقت کے لیے ، وہ غروب شمس کے بعد افق میں باقی رہے۔ اس طرح مکہ میں چاند کی پیدائش کے چوبیس گھنٹوں کے اندر پورا عالم اسلامی نیا مہینہ شروع کرے گا۔

ایک دوسرے مقام پر ہم تفصیل سے واضح کرچکے ہیں کہ شرعی لحاظ سے قمری مہینوں کے اثبات کے لیے چاند کی رؤیت یا مہینے کے تیس دن کا پورا ہونا ضروری ہے اور یہ کہ چاند کی پیدائش اس کی رؤیت کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔(۴۷) اس لیے مکہ مکرمہ میں چاند کی پیدائش کی بنیاد پر پوری دنیا میں ایک دن روزہ یا عید کرنا ہماری ناقص رائے میں صحیح نہیں ہے۔ پچھلی فصل میں ہم یہ بھی واضح کر چکے ہیں کہ فقہاء کے ایک معتد بہ گروہ کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر ہے اور چونکہ پوری دنیا کے مطالع میں وحدت نہیں ہے اس لیے پوری دنیا میں ایک دن روزہ اور عید کرنا ان فقہاء کے نزدیک صحیح نہیں ہو گا ۔

تاہم چونکہ جمہور فقہاء اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے قائل ہیں اور یہی رائے حنفی فقہاء کے نزدیک ظاہر الروایہ ہے ، اس لیے اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی بناء پر پوری دنیا میں ایک دن روزہ اور عید کرنا صحیح ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر دنیا میں کہیں رؤیت مکہ مکرمہ سے پہلے ہو تو اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے قائل ان فقہاء کے نزدیک اس رؤیت کو قبول کرنا لازم ہو گا جبکہ

اس تجویز کی رو سے اس رؤیت کو قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ مکہ کی رؤیت کا انتظار کرنا ہو گا۔

مزید برآں، جیسا کہ ہم نے واضح کیا اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے باوجود ایک ملک کی رؤیت پر دوسرے ملک میں روزہ و عید کرنا تبھی ممکن ہوگا جب اس دوسرے ملک کا حکمران اسے قبول کر کے اس کے مطابق فیصلہ کرلے۔ اس لیے پوری دنیا میں ایک دن روزہ و عید کرنے کے لیے جہاں یہ ضروری ہے کہ اختلاف مطالع کا عدم اعتبار کیا جائے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ یا تو پوری مسلم دنیا ایک ہی مرکزی حکمران کے ماتحت آجائے یا کم از کم ایسا کیا جائے کہ تمام مسلمان ممالک آپس میں معاہدہ کر لیں جس کی رو سے وہ یہ مان لیں کہ وہ مکہ مکرمہ یا کسی دوسرے مقام پر ہونے والی رؤیت پر روزہ و عید کریں گے۔ اس طرح کے قانونی معاہدہ کے بجائے محض اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی بنیاد پر پوری دنیا میں ایک دن عید اور روزہ رکھنا اسلامی قانون کی رو سے صحیح نہیں ہو گا۔

یہ بھی واضح ہے کہ اس قسم کے بین الاقوامی معاہدے کے بعد وحدت عیدین و رمضان کا امکان صرف ان ممالک میں ہی ہوگا جو اس معاہدے میں شامل ہوئے ہوں۔ دیگر ممالک اور بالخصوص غیر مسلم ممالک میں مقیم مسلمان قانونی وفقہی لحاظ اس معاہدے کے پابند نہیں ہوں گے۔ اس لیے ایسے مقامات پر وحدت عیدین و رمضان کے لیے ضروری ہوگا کہ وہاں کی حکومتیں یا جید اور قابل اعتماد علماء کی جماعتیں اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس فیصلے کو نافذ کرائیں۔

نتائج بحث:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس ساری بحث کے نتائج مختصراً پیش کیے جائیں:

۱۔ سورج اور چاند کے مطالع میں اختلاف کا وجود ایک مسلم حقیقت ہے۔ شرعی لحاظ سے سورج کے مطالع کے اختلاف کے معتبر ہونے پر اتفاق ہے۔ البتہ چاند کے معاملے میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ حنفی فقہ میں ظاہر الروایہ ہے کہ چاند کے مطالع کا اختلاف معتبر نہیں ہے مگر کئی حنفی فقہاء نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس سے مراد بلاد قریبہ کے درمیان اختلاف مطالع ہے اور یہ کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔

۲۔ ایک علاقے کی رؤیت دوسرے علاقے پر لازم کرنے کے لیے اختلاف یا وحدت مطالع سے زیادہ اہم عامل یہ ہے کہ کیا دونوں علاقے ایک حاکم کی ولایہ کے تحت آتے ہیں یا نہیں؟ پوری دنیا ایک دن وحدت عیدین و رمضان کی راہ میں صرف یہی رکاوٹ نہیں ہے کہ عملاً پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے، نہ ہی اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے قول کو تسلیم کرنے سے اس مسئلے کا

حل نکلتا ہے، بلکہ اصل قانونی رکاوٹ یہ کہ پوری دنیا ایک حاکم کی ولایہ کے تحت نہیں ہے۔

۳۔ (الف) ایک حاکم کی ولایہ کے تحت آنے والے علاقوں کا اگر مطلع بھی ایک ہے تو ظاہر ہے کہ وحدت عیدین و رمضان میں کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہو گا۔

۳۔ (ب) اسی طرح اگر ایک حاکم کی ولایہ کے تحت آنے والے دو علاقوں میں اختلاف مطالع پایا جاتا ہے تب بھی ایسے حاکم کا فیصلہ دونوں علاقوں میں نافذ ہوگا اور اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے کے بجائے ولایہ کے اصول کا اعتبار کیا جائے گا۔

۳۔ (ج) اسی اصول پر اگر دو علاقے دو مختلف حکمرانوں کے تحت ہوں اور ان میں اختلاف مطالع بھی پایا جاتا ہو، تب بھی اگر ایک علاقے کے حکمران نے رؤیت کے معاملے میں دوسرے علاقے کے حکمران کا فیصلہ تسلیم کرلیا تو دونوں علاقوں میں وہ فیصلہ نافذ ہوجائے گا۔

۳۔ (د) اس کے برعکس اگر ایک علاقہ ایک حاکم کی ولایہ کے تحت ہو اور دوسرا علاقہ دوسرے حاکم کی ولایہ کے تحت، تو ایک علاقے کی رؤیت کی پابندی دوسرے علاقے کے لوگوں پر لازم نہیں ہو گی خواہ ان علاقوں کا مطلع ایک ہو، جب تک دوسرے علاقے کا حاکم اس رؤیت کی شہادت یا خبر مستفیض کو قبول کرکے اس کے بموجب عمل کرنے کا اعلان نہ کرلے۔

۴۔ (الف) چنانچہ اگر مسلم ممالک وحدت عیدین و رمضان کے خواب کی تعبیر چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ وہ آپس میں باقاعدہ معاہدہ کرلیں جس کی رو سے ایک ملک کی رؤیت کی پابندی دوسرے ممالک پر بھی لازم ہو گی۔

۴۔ (ب) تاہم غیر مسلم ممالک میں مقیم مسلمان چونکہ اس طرح کے معاہدے کے فریق نہیں بن سکتے اس لیے ضروری ہے کہ وہاں کے مستند علماء، جو رؤیت کے مسئلے میں اس طرح کے علاقوں میں شرعی لحاظ سے مسلمان حاکم کے قائم مقام کی حیثیت رکھتے ہیں، اس طرح کے معاہدے کی پابندی قبول کر لیں۔

۴۔ (ج) اس طرح کی ایک باقاعدہ بین الاقوامی نظام اور معاہدے کے بغیر محض اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے قول کو تسلیم کرلینے سے علمی سطح پر وحدت عیدین و رمضان یقینی کرنے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

حواشی

۱ ۔ محمد مشتاق احمد، ''رؤیت ہلال کے فیصلے کے لیے حکم حاکم کی ضرورت''، سہ ماہی ''فکر و نظر'' ، ج ۴۷، ش ۲ (اکتوبر ۔ دسمبر ۲۰۰۹ء)، ص ۵۳ ۔ ۸۲ ۔

۲ ۔ ایضاً، ص ۷۷ ۔

۳ ۔ محمد مشتاق احمد، ''رؤیت ہلال کے فیصلے میں فلکی حسابات کے اعتبار و عدم اعتبار کا مسئلہ'' ، سہ ماہی ''فکر و نظر''، ج ۴۷، ش ۴ (اپریل۔ جون ۲۰۱۰ء)، ص ۶۳ ۔ ۱۰۶۔

۴ ۔ ایضاً، ص ۹۵ ۔ ۹۶۔

۵۔ محمد امین ابن عابدین الشامی، رسالۃ تنبیہ الغافل و الوسنان علی أحکام ھلال رمضان، مجموعۃ رسائل ابن عابدین (دمشق : المطبعۃ الھاشمیۃ ، ۱۳۲۵ ھ)۔ ج ۱، ص ۲۵۰۔

۶ ۔ فخر الدین الزیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق (القاھرۃ : المطبعۃ الکبری العامریۃ ، ۱۳۱۳ ھ)۔ ج ۱، ص۳۲۱۔

۷ ۔ ایضاً۔

۸ ۔ علاؤ الدین الحصکفی، الدر المختار شرح تنویر الأبصار (القاھرۃ : مصطفیٰ البابی الحلبی ، تاریخ ندارد)، ج ۲، ص ۱۰۵۔

۹ ۔ امام مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم ، کتاب الصیام ، باب بیان أن لکل بلد رؤیتھم ، حدیث رقم ۱۸۱۹۔

۱۰ ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ لا نکتب و لا نحسب، حدیث رقم ۱۷۸۰۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: ''رؤیت ہلال کے فیصلے میں فلکی حسابات کے اعتبار و عدم اعتبار کا مسئلہ'' ، ص ۶۷ ۔ ۷۰۔

۱۱ ۔ مجموعۃ رسائل ابن عابدین ، ج ۱ ، ص ۲۵۰۔

۱۲ ۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، (کراچی : ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ ھ)، ج ۲ ، ص ۸۰۔

۱۳ ۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج ۱ ، ص ۳۲۱۔

۱۴ ۔ مجموعۃ رسائل ابن عابدین ، ج ۱ ، ص ۲۵۱۔

۱۵ ۔ ایضاً ۔

۱۶ ۔ علامہ ابن عابدین اس سلسلے میں فرماتے ہیں: و ھذا، و ان کان خلاف ظاھر الروایۃ ، فینبغی ترجیحہ فی زماننا تبعاً لھؤلاء الأئمۃ الکبار الذین ھم من أھل الترجیح و الاختیار [ان کبار ائمہ کی اتباع میں، جو اہل ترجیح و اختیار ہیں، یہ روایت ہمارے دور میں قابل ترجیح ہے، باوجود اس کے کہ یہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔] (ایضاً، ج ۱، ص ۲۳۵)۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:''رؤیت ہلال کے فیصلے کے لیے حکم حاکم کی ضرورت''، ص ۵۷ ۔ ۶۰۔

۱۷ ۔ مفتی رشید احمد لدھیانوی، احسن الفتاویٰ (کراچی: محمد سعید اینڈ سنز، ۱۳۷۹ھ) ص ۳۵۲ ۔

۱۸ ۔ مفتی فرید احمد، فتاویٰ فریدیہ (زروبی صوابی: دار العلوم صدیقیہ، ۲۰۰۷ء)۔ ج ۳، ص ۶۷۔ ان سے قبل

علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے۔

۱۹۔ علی بن محمد ابن حجر العسقلانی، **فتح الباری بشرح صحیح الامام أبی عبد الله محمد بن اسماعیل البخاری** (المکتبۃ السّلفیہ، ت۔ ن)، ج ۴، ص ۴۸۔

۲۰ ۔ محمد امین ابن عابدین الشامی، **رد المحتار علی الدر المختار** (القاھرۃ : مصطفیٰ البابی الحلبی، تاریخ ندارد)، ج۲، ص ۱۰۵۔

۲۱ ۔ ہلال کے اثبات کے مختلف شرعی طریقوں پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے:احمد رضا خان بریلوی، **طرق اثبات ہلال** ، فتاویٰ رضویہ (لاہور: رضا فاؤنڈیشن، ۱۹۹۶ء) ۔ ج ۱۰، ص ۴۰۵۔

۲۲ ۔ ایضاً، ج ۱۰، ص ۴۰۵۔

۲۳ ۔ کمال الدین ابن الھمام الاسکندری، **فتح القدیر بشرح الهدایة** (القاھرۃ : المطبعۃ المیمنیۃ، تاریخ ندارد)۔ ج ۲، ص ۲۴۳۔

۲۴ ۔ فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۴۱۳ ۔

۲۵ ۔ **فتح القدیر**، ج ۲، ص ۲۴۳ ۔

۲۶ ۔ احسن الفتاویٰ، ص ۳۵۷ ۔

۲۷۔ **مجموعة رسائل ابن عابدین** ، ج ۱ ، ص ۲۵۲ ۔

۲۸ ۔ محمد امین ابن عابدین الشامی، **ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار** (القاھرۃ : مصطفیٰ البابی الحلبی، تاریخ ندارد)، ج ۲ ، ص ۱۰۲ ۔

۲۹ ۔ فتاویٰ رضویہ ، ج ۱۰، ص ۴۱۵۔

مولانا نے یہاں ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے:

’’ فقیر کو بارہا یہ تجربہ ہوا کہ ایسی شہرتیں محض بے سروپا نکلتی ہیں۔ اسی ذی الحجہ میں خبر شائع ہوئی کہ آنولے میں چاند ہوا ہے، وہاں عام لوگوں نے دیکھا ہے اور فقیر کے ایک دوست کا خاص نام لیا گیا کہ وہ آئے اور خود اپنی رؤیت اور وہاں سب کا دیکھنا بیان کرتے تھے۔ فقیر نے ان کے پاس ایک معتمد کو بھیجا۔ وہاں سے جواب ملا کہ یہاں ابر غلیظ تھا، نہ میں نے دیکھا، نہ کسی اور نے دیکھا۔ پھر خبر اڑی کہ شاہجہان پور میں تو ایک ایک شخص نے دیکھا۔ فقیر نے وہاں بھی ایک معتمد ثقہ کو اپنے ایک دوست عالم کے پاس بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: اس کا حال میں آپ کو مشاہدہ کرائے دیتا ہوں۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر شہر میں گشت کیا اور دروازہ دروازہ دریافت کرتے پھرتے: عید کب ہے؟ کہا: جمعہ کی۔ کہا: کیا چاند دیکھا؟ کہا: دیکھا تو نہیں۔ کہا: پھر کیوں؟ اس کا جواب کچھ نہ تھا۔ شہر بھر سے یہی جواب ملا۔ صرف ایک شخص نے کہا: میں نے منگل کو چاند دیکھا تھا اور میرے ساتھ فلاں فلاں صاحب نے بھی۔ اب یہ عالم مع ان معتمد کے دوسرے صاحب کے پاس گئے۔ ان سے دریافت کیا۔ کہا: وہ غلط کہتا تھا۔ اور خود ان دو صاحبوں کے ساتھ اس گواہ صاحب کے پاس آئے۔ اب یہ بھی پلٹ گئے کہ ہاں کچھ یاد نہیں۔ پھر خبر گرم ہوئی کہ رامپور میں چاند دیکھا گیا اور جمعہ کی عید قرار پائی۔ فقیر نے دو ثقہ شخصوں کو وہاں کے دو علمائے کرام اپنے احباب کے پاس بھیجا۔ معلوم ہوا، وہاں بھی ابر تھا ، کسی نے بھی نہ دیکھا۔‘‘ (ایضاً ،ص ۴۲۶) ۔

راقم الحروف کے ذاتی تجربے اور مشاہدے کے مطابق مردان، صوابی، چارسدہ اور پشاور میں رؤیت کی خبریں بالعموم اسی طرح پھیل جاتی ہیں جیسے اس واقعہ میں مذکور ہے۔

۳۰ ۔ رؤیت ہلال، ص ۵۳ ۔ ۵۴ ۔

۳۱ ۔ احسن الفتاویٰ، ص ۳۵۷ ۔

۳۲ ۔ ایضاً۔

۳۳ ۔ ایضاً۔

۳۴۔ شمس الائمۃ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی، المبسوط (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۷ء)، ج ۱۰، ص۱۴۲۔

۳۵ ۔ احسن الفتاویٰ، ص ۳۵۲۔

۳۶ ۔ ''رؤیت ہلال کے فیصلے کے لیے حکم حاکم کی ضرورت''، ص ۶۹ ۔ ۷۳۔

۳۷ ۔ علامہ عبد الحی فرنگی محلی لکھنوی، عمدة الرعاية على شرح الوقاية (فیصل آباد: مکتبہ نوریہ رضویہ، تاریخ ندارد)، ج ۱، ص ۳۰۹

۳۸ ۔ الدر المختار، ج ۲ ،ص ۹۹

۳۹ ۔ ایضاً، ص ۱۰۰

۴۰ ۔ البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۸۷۔

۴۱۔ فتاویٰ فریدیہ، ج ۳، ص ۵۰۔

۴۲ ۔ ایضاً ۔

۴۳ ۔ الدر المختار، ج ۲، ص ۹۹۔

۴۴ ۔ ردالمحتار على الدرالمختار، ج ۲، ص ۱۰۰۔

۴۵ ۔ فتاویٰ فریدیہ، ج ۳، ص ۵۰۔

۴۶ ۔ ایضاً، ص ۸۰ ۔ ۸۱۔

۴۷ ۔ ایضاً، ص ۸۱۔۸۲۔

۴۸۔ ایضاً، ص ۸۴۔

۴۹ ۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : www.moonsighting.com

۵۰ ۔ الدکتور ذوالفقار علی شاہ، الحسابات الفلكية و اثبات شهر رمضان: رؤية مقاصدية فقهية (ہرندن، فرجینیا: المعہد العالمی للفکر الاسلامی، ۲۰۰۹ م)۔ ص ۱۴۵۔

۴۷ ۔ '' رؤیت ہلال کے فیصلے میں فلکی حسابات کے اعتبار و عدم اعتبار کا مسئلہ''، ص ۶۷۔ ۷۰۔

☆☆☆☆☆